بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ، أَمَّا بَعْدُ:

117: اہل سنت والجماعت پڑوسیوں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں۔

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابوالعباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم پہنچے تھے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اس جملے پر: "وحسن الجوار" (اور پڑوسیوں کے ساتھ بھلائی کے ساتھ رہنا)۔

اور جیسے میں پہلے عرض کر چکا ہوں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس پیارے مختصر اور عظیم رسالے میں یا اس چھوٹے سے کتابچے میں جو انہوں نے تصنیف کی ہے عقیدے کے اصول میں اس کے آخر میں انہوں نے چند عملی طریقے بیان کیے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا عملی طریقہ کیا ہے، اُن کا رہن سہن کیسا ہے وہ عمل کیسے کرتے ہیں شریعت پر، اُن کا سلوک اور اُن کے آداب کیسے ہیں۔ اور یہ بہت ضروری بات ہے کہ کسی مسلمان کا عقیدہ اور ایمان اُس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اُس کے اخلاق بھی اچھے نہ ہوں جب تک اُس کا رہن سہن بھی اچھا نہ ہو، اس لیے بعض علماء نے ان مسائل کو عقیدے کے اصول میں شمار کیا ہے۔

جب ہم منہج السلف کی بات کرتے ہیں تو پھر اس منہج کو ہم نے من و عن سے تسلیم کرنا ہے مکمل طور پر تسلیم کرنا ہے، یہ نہیں کہ ہم نے چند چیزیں لینی ہیں اور بعض چیزیں چھوڑ دینی ہیں، جو ہمارے مطلب کی ہے وہ لے لیں اور جو ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے یا ہمیں پسند نہیں ہے تو ہم وہ چھوڑ دیتے ہیں ایسا نہیں چلے گا!

منہج بالکل واضح ہے کیونکہ یہ منہج جو ہے صراط مستقیم ہے اور صراط مستقیم جو ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے، عقائد کو، عبادات کو، اخلاق کو، سلوک کو، آداب کو، شریعت کے ہر پہلو کو۔

اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کے بعد حسن جوار کا ذکر کیا ہے کیونکہ یہ ہم جانتے ہیں کہ اچھے رہن سہن کے جو حقدار ہیں ہماری زندگی میں، اچھائی اور بھلائی کے جو سب سے زیادہ حقدار ہیں وہ ہیں والدین، اور پھر رشتے داروں میں "الأقرب فالأقرب": اور ان کے بعد جو ہے جو آپ کے پڑوسی ہیں جو آپ کے قریب رہتے ہیں۔

یعنی دیکھیں کہ آپ کی بھلائی کا اثر جو ہے وہ آپ کی ذات تک محدود نہیں ہے کیونکہ آپ سچے اور پکے مسلمان ہیں، آپ کے جو پڑوسی ہیں آپ کی بھلائی اور خیر ان تک بھی پہنچتا ہے اور لازمی پہنچنا چاہیے۔

تو شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وحسن الجوار“۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ویأمرون“: یعنی اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ اس کا بھی حکم دیتے ہیں کہ پڑوسیوں کے ساتھ بہترین طریقے سے رہنا ہے، اُن کے ساتھ خیر خواہی کرنی ہے اور بھلائی کرنی ہے۔

پڑوسی کہتے کسے ہیں؟ ”الجیران“۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ”هم الأقارب في المنزل“ (یہ وہ ہیں جو آپ کے گھر کے قریب رہتے ہیں (پڑوسی وہ ہیں جو آپ کے گھر کے قریب رہتے ہیں)) ”وأدناهم أولاهم بالإحسان والإكرام“ (اور جو سب سے زیادہ قریب ہیں وہ سب سے زیادہ حق رکھتے ہیں احسان کا بھلائی کا اور اکرام یعنی عزت اور احترام کا (جو سب سے زیادہ قریب ہیں آپ کے وہ زیادہ حق رکھتے ہیں بھلائی کا اور عزت اور احترام کا))۔

اور اس کی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ النساء آیت نمبر 36 میں: ﴿وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾ إلى آخر الآية۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں جو سب سے پہلا حق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا حق ہے وہ بیان کیا ہے اُس کے بعد پھر:

﴿وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ پچھلے درس میں گزر چکا ہے، ﴿وَّبِذِي الْقُرْبٰى﴾ بھی گزر چکا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوکی کرنی ہے اور رشتے داروں کے ساتھ آپ نے حسن سلوکی کرنی ہے۔

پھر معاشرے کے کچھ اور لوگ بھی ہیں جو یہ حق رکھتے ہیں اُن میں سے:

﴿وَالْيَتٰمٰى﴾: یتیم۔

﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾: اور جو مسکین ہیں جو فقیر ہیں۔

پھر: ﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى﴾: اور قریبی پڑوسی (وہ پڑوسی جو آپ کے گھر کے قریب رہتے ہیں)۔

﴿وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾: اور وہ پڑوسی جو آپ سے تھوڑا دور رہتے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اللہ تعالیٰ نے احسان کی وصیت کی ہے قریبی پڑوسی کے اور دور والے پڑوسی کے، سب کے ساتھ بھلائی کرنی ہے اور احسان کرنا ہے۔

اور متفق علیہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ“ (جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے اس کا احترام کرے (اس کی قدر کرے یہ حق ہے پڑوسی کا))۔

اور دوسری حدیث میں صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ”إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ“ (اگر آپ کوئی شوربے والی چیز پکاتے ہیں (یعنی سالن وغیرہ) تو اس کے شوربے کو بڑھا دیں پانی ڈال کر اور اپنے پڑوسیوں کو اُس میں سے دیں)۔

یعنی آپ نے گھر میں کوئی سالن پکایا ہے اور آپ کے پڑوسی آپ کے ساتھ ہیں تو شوربا تھوڑا زیادہ کر دیں تاکہ آپ کے پڑوسی بھی آپ کے اس کھانے میں شریک ہو جائیں اور صحیح مسلم کی حدیث ہے یہ۔

اور صحیح مسلم کی دوسری روایت میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ”مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ“ (جبریل علیہ الصلاۃ والسلام مجھے پڑوسی کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کر لیا کہ پڑوسی کو بھی وراثت کا حصے دار بنا دے گا)۔

وراثت کے حصے دار کون ہوتے ہیں؟ بھئی آپ کے وارث کون ہوتے ہیں؟ آپ کے سب سے قریبی رشتے دار (صرف رشتے دار نہیں سب سے قریبی رشتے دار)۔

اور جبریل علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بار بار وصیت کرتے رہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ احسان کرنا ہے پڑوسیوں کے ساتھ احسان کرنا ہے، اتنی کثرت سے یہ وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ گمان کر لیا کہ یہ ہو سکتا ہے عنقریب اب کوئی ایسا بھی حکم آجائے کہ یہ بھی وراثت کے مال میں حقدار ہو جائیں گے (سبحان اللہ)۔

اور یہ حدیث متفق علیہ حدیث ہے ابھی میں نے جس کا ذکر کیا ہے کہ وارث بنا دیں گے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ”وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ“ (تین مرتبہ قسم کھائی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ کی قسم وہ کبھی مومن نہ ہو گا (تین مرتبہ ایمان کی نفی اور قسم کے صیغے کے ساتھ ہے))“ قِيلَ: مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟“ (تو عرض کی گئی کہ اے اللہ تعالیٰ کے

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کون ہے؟)" قَالَ: الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ"(یہ وہ شخص ہے جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو(اس کے شر سے امن میں نہ ہو))۔

تین مرتبہ نفی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کی اور قسم کے صیغے کے ساتھ آپ اندازہ لگائیں کہ معاملہ کتنا خطرناک اور سنگین ہے!

اللہ تعالیٰ نے ان مسائل کو ایمان کے ساتھ جوڑ دیا ہے کیونکہ کوئی شخص سوچے گا کہ ہم بات عقیدے کے اصول کی کر رہے ہیں اور پھر پڑوسی کی بات کہاں سے بیچ میں آگئی؟!

جب اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے اس مسئلے کو ایمان کے ساتھ جوڑ دیا ہے میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارا پورا دین ایمان پر ہی قائم ہے حقیقت میں اگر دیکھا جائے اور یہ ناانصافی ہو گی کہ اگر کوئی شخص صرف ایمانیات کی حد تک ایمان کو سمجھے اور اخلاق کو اور آداب کو اس میں سے نکال دے یا اس میں کمزوری اور کوتاہی کا شکار ہو۔

ایمان کی مضبوطی کی سب سے بڑی علامت جانتے ہیں کیا ہے؟ حسن اخلاق ہے۔

آپ کا بولنے کا انداز کیا ہے، آپ کا اُٹھنے کا انداز کیا ہے، بیٹھنے کا انداز کیا ہے، آپ کا رہن سہن کیسا ہے، آپ بڑوں سے کیسے مخاطب ہوتے ہیں آپ چھوٹوں سے کیسے پیش آتے ہیں، پڑوسیوں کے ساتھ آپ کا سلوک کیا ہوتا ہے، یہاں تک کہ سلف جو ہیں وہ جانوروں کے ساتھ بھی اس کے تعلق کو دیکھتے تھے جس نے اپنے گھر میں جانور پالا ہوا ہے کوئی بھیڑ بکری ہے کوئی سواری ہے یا کوئی گدھا ہے گھر میں، یا کوئی بھی جانور گھر میں اُس نے پالا ہوا ہے اس کے ساتھ اس کا رہن سہن کیسا ہے۔

یہ بھی کاؤنٹ کرتا ہے کیونکہ ناممکن ہے کہ آپ کا ایمان مضبوط ہو اور آپ کے گھر کا جانور جو ہے وہ تکلیف اور عذاب میں ہو ممکن نہیں ہے! (سبحان اللہ)۔

الغرض؛ تو آپ یہ دیکھ لیں اور اپنا محاسبہ کر لیں دور نہ جائیں کیونکہ ہم سب نے اپنی اپنی قبر میں جانا ہے، میرے جو پڑوسی ہیں جو میرے ساتھ رہتے ہیں اور یقیناً سب کے پڑوسی ہیں ہم کسی جنگل میں تو نہیں رہتے نا ہم شہر میں رہتے ہیں، اگر گاؤں میں بھی رہتے ہیں کوئی تو پڑوسی تو ہیں نا! اگر ﴿الْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ﴾ دیوار کے ساتھ دیوار نہیں ہے تو تھوڑی دور ایک روڈ کراس کرنے کے بعد کوئی پڑوسی تو ہے نا کیا وہ مجھ سے خوش ہے کہ نہیں؟

اور خوشی سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ نے اُس کی ہر بُری بات کو بھی مان لینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بھی اس کا ساتھ دینا ہے (نعوذ باللہ) خوشی سے مراد یہ ہے کہ شریعت کی حدود کے اندر رہ کر کیا آپ اس کا حق ادا کر رہے ہیں کہ نہیں؟

اور شریعت کی حدود سے کیا مراد ہے؟ مطلب یہ نہیں ہے کیونکہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر آپ اس کی بُرائی میں ساتھ دیں گے تب وہ آپ سے خوش ہو گا تب آپ اس کے ساتھ حسن سلوکی کا حق ادا کریں گے؛ دیکھیں نافرمانی نافرمانی ہوتی ہے وہ جائز نہیں ہے کسی صورت میں، آپ نے اُس کی مدد کرنی ہے اُس کی اعانت کرنی ہے بھلائی کے کاموں میں: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (المائدۃ:2) یہ حق رکھتا ہے۔

دیکھیں اِثم اور عدوان ہے وہ ظلم اور زیادتی کرتا ہے اور آپ توقع کرتے ہیں کہ آپ اس کا ساتھ دیں گے، نہیں دیں گے کیوں؟ کیونکہ میں نے اللہ کے حکم سے اس کے ساتھ ہم نے رہن سہن طے کرنا ہے اپنی مرضی سے نہیں اپنی عقل کی بنیاد پر نہیں، اس لیے نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے معاشرہ کیا کہے گا، ہرگز نہیں!

مومن ہمیشہ مخلص ہوتا ہے اس کا اخلاص اس کو ڈائریکٹ کرتا ہے کہ اس نے کس طرف جانا ہے اور کیا کرنا ہے تو اخلاص ہم سے کیا تقاضہ کرتا ہے؟ اخلاص کا مطلب کیا ہے؟ ہمیں جو بھی کام کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کرنا ہے نا اللہ کے حکم کے مطابق کرنا ہے ،اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہم نے بھلائی سے کام لینا ہے بھلائی سے پیش آنا ہے احسان، حسن سلوکی کے ساتھ ہم نے اپنے پڑوسی کے ساتھ رہنا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اس کے علاوہ بھی اور نصوص موجود ہیں جن میں خصوصی طور پر پڑوسی کے ساتھ احسان اور عزت اور احترام کا پیغام موجود ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں اب اس پڑوسی کی کتنی قسمیں ہیں: تین قسمیں بیان ہوئی ہیں اُن میں سے پہلی جو ہے:

1-اگر آپ کا پڑوسی مسلمان ہو اور قریب بھی ہو (یعنی رشتے دار بھی ہے آپ کا پڑوسی بھی ہے) تو اس کے تین حقوق ہیں، ایک تو اسلام کا حق ہے، دوسرا رشتے داری کا حق ہے، اور تیسرا پڑوسی کا حق ہے۔

2-اور اگر رشتے دار ہے اور پڑوسی ہے لیکن مسلمان نہیں ہے تو اس کے جو حق ہیں وہ دو ہیں، رشتے داری کا حق، اور پڑوسی کا حق۔

3-اور تیسرا جو ہے کہ مسلمان ہے لیکن رشتے دار نہیں ہے اس کے بھی دو حق ہیں، ایک اسلام کا حق ہے اور دوسرا پڑوسی کا حق ہے۔

اور اگر کافر جو ہے پڑوسی ہو لیکن دور ہو تو اس کا ایک حق ہے وہ ہے ''حق الجوار''۔

اہل سنت والجماعت حکم دیتے ہیں حسن الجوار کا مطلقاً چاہے پڑوسی جیسا بھی ہو، اور جو زیادہ قریب ہے وہ زیادہ حق رکھتا ہے احسان کا اور بھلائی کا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بعض ایسے لوگ ہیں جو پڑوسیوں کے ساتھ بُرائی سے پیش آتے ہیں بُرا سلوک کرتے ہیں اور پڑوسیوں کے ساتھ خصوصی طور پر زیادہ ہی بُرا سلوک کرتے ہیں دوسروں کی نسبت تو آپ دیکھتے ہیں کہ اپنے پڑوسی پر ظلم اور زیادتی کرتا رہتا ہے اور اسے پریشان کرتا رہتا ہے۔

اور فقہاء رحمہم اللہ نے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ صلح کے باب کے آخر میں (فقہ کی کتابوں میں جو صلح کا باب ہے اُس کے آخر میں) پڑوسیوں کے کچھ احکام بیان کیے ہیں اگر کوئی مزید یعنی اس باب میں علم چاہتا ہے تو وہ اس باب کی طرف رجوع کرے اور اُن احکام کو پڑھ لے۔

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''والإحسان إلى اليتامى والمساكين وابن السبيل'' (اور احسان، بھلائی اور اچھا سلوک جو ہے یتیموں کے ساتھ مسکینوں کے ساتھ اور مسافروں کے ساتھ)۔

''ابن السبیل'': مسافر کو کہتے ہیں جو منقطع ہوتا ہے سفر سے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور اسی طریقے سے اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ حکم دیتے ہیں ان تینوں کے ساتھ حسن سلوکی کرنے کا یہ تین جو ہیں جن کا ذکر ہوا ہے۔

''الیتامی'': جمع یتیم ہے اور یتیم اسے کہتے ہیں جس کا باپ اس کے بالغ ہونے سے فوت ہو جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یتیموں کے ساتھ احسان اور بھلائی کرنے کا، اور اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کئی احادیث میں حکم دیا ہے حسن سلوکی کرنے کا یتیموں کے ساتھ اُن میں سے صحیح بخاری کی یہ حدیث جو ہے بہت معروف حدیث ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طریقے سے ہوں گے (اور دونوں انگلیوں کو ایک ساتھ جوڑ دیا انگشت شہادت اور اس کے ساتھ جو یہ درمیان والی انگلی ہے اس طریقے سے جنت میں ایک ساتھ ہوں گے)"۔

یعنی بہت بڑی فضیلت ہے اور بڑا اعزاز ہے اس شخص کے لیے جو دنیا میں یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہتا ہے اور کفالت کرتا رہتا ہے کتنا بڑا اعزاز ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یتیم کی کفالت کرنے والا یوں ہوں گے ؛دیکھیں انگلیاں کتنی قریب ہیں ایک دوسرے کے (سبحان اللہ)۔

اور وجہ یہ ہے کہ یتیم جو ہے وہ معاشرے میں کمزور ترین ہوتا ہے (یعنی معاشرے کے اُن لوگوں میں سے ہیں جو سب سے زیادہ کمزور ہوتے ہیں) اب جس کے سَر سے باپ کا سایہ اُٹھ جائے اور ابھی وہ اس قابل نہیں ہے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے کیونکہ بالغ ہونے سے پہلے بچہ کمزور ہوتا ہے محتاج ہوتا ہے اور بہت ساری چیزوں کا وہ خود فیصلہ نہیں کر سکتا۔

جسم کے اعتبار سے کمزور، ذہانت کے اعتبار سے کمزور، عقلمندی حکمت میں بہت ساری چیزوں میں کمزوری پائی جاتی ہے تو ربّ ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ نے جو خالق اور مالک ہے اس بچے کا اس بچے کو آزمایا ہے اور اس کے سَر سے اس کے باپ کا سایہ اُٹھا دیا ہے اس کا باپ مر گیا ہے جبکہ اس کو اس وقت بہت سخت ضرورت تھی باپ کے ساتھ کی لیکن اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے دنیا کا ایک نظام ہے چل رہا ہے (سبحان اللہ)۔

اور یتیم ہونا یعنی کوئی قباحت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کمزوری ہے حقیقتاً کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ دنیا کے بہت سارے امیر ترین لوگوں میں سے جو اکثریت ہے وہ یتیموں کی ہی ہے (سبحان اللہ) جانتے ہیں کہ اس کے پیچھے کیا راز ہے؟ نہیں جانتے؟

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دنیا کا اگر آپ سَروے کر کے دیکھیں تو زیادہ تر زیادہ امیر ہیں بزنس مین جو بڑے بڑے ہیں وہ اکثر یتیم ہی پلے ہیں (اکثر) اور آپ ہسٹری دیکھ لیں آپ کو بہت سارے ایسے علماء بھی نظر آئیں گے محدثین بھی نظر آئیں گے جو یتیم ہی تھے (سبحان اللہ) راز کی بات جانتے ہیں کیا ہے؟

کیونکہ ذمے داری کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے محنت زیادہ کرتے ہیں، گھر کا بڑا تو ہے نہیں اب جو ذمے داری بڑے نے لینی تھی وہ تو چلا گیا ہے اب جب اپنے سَر پر ذمے داری آتی ہے نا تو سنبھلنے کے لیے مددگار ہوتی ہے انسان جلدی سنبھل جاتا ہے لڑکپن جلدی ختم ہو جاتا ہے، سستی کاہلی جو ہے یہ سب جلدی ختم ہو جاتی ہے اور چست رہتے ہیں زیادہ محنت کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد بھی اُن ہی لوگوں کے لیے زیادہ ہوتی ہے جو کچھ کرنے والے ہوتے ہیں (سبحان اللہ) کافر ہی کیوں نہ ہو۔

عمومی طور پر یہ قانون یاد رکھیں ہمیشہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں میں کہ آپ جس معاملے میں دل سے کام کرتے ہیں نا اور محنت کرتے ہیں اس میں برکت ہوتی ہے لیکن اس کام کو آپ دلجوئی سے کریں اخلاص کے ساتھ کریں۔

ایک اخلاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے وہ صرف مومن ہی کرتا ہے کافر کے لیے کیا ہے جب وہ ربّ کو مانتا ہی نہیں ہے کافر ہے ؟! وہ پھر اپنے کام کے ساتھ مخلص ضرور ہوتا ہے۔

ایک کام کے ساتھ اخلاص ہے ایک ربّ کے ساتھ آپ نے اخلاص کرنا ہے ربّ کے ساتھ آپ مخلص ہوں گے تو کام میں بھی برکت ہو گی اخلاص ہو گا لیکن اگر کافر ہے تو کافر کیوں آگے ہے ٹیکنالوجی میں ہم سے جانتے ہیں ؟

اب جاپان کی مثال لے لیں الیکٹرونکس میں جاپان کیوں سب سے آگے ہے پتہ ہے ؟ دل سے کام کرتے ہیں۔

وہ جب کام کرتے ہیں پُرزے جو بناتے ہیں ہاتھ تو بعد میں کام کرتے ہیں ناوہ دل اُن کو ڈائریکٹ کرتا ہے کہ آپ نے اس میں کیسے پرفیکشن (Perfection) لے کر آنی ہے کیونکہ بہت ساری چیزیں اُس کے ذہن میں چل رہی ہوتی ہیں صرف کمپنی نہیں صرف ذات نہیں ہے بلکہ پورا ملک ریپریزنٹ (Represent) کر رہا ہوتا ہے یہ چھوٹا سا پُرزہ میڈ اِن جاپان (Made in Japan) اُس کے لیے کافی ہے ، اب جب وہ اس اخلاص نیت کے ساتھ کام کرتا ہے اپنے کام میں مخلص ہو کر کام کرتا ہے تو برکت ہوتی ہے۔

آپ کوئی کام اُٹھا کر دیکھ لیں آپ خود کر کے دیکھ لیں واللہ ! جب مومن اللہ کے لیے کوئی کام کرتا ہے تو دنیا میں تو رزق وہی ملے گا جو اس کے مقدر میں لکھا ہے کیونکہ جب تک ہمارا رزق مکمل نہیں ہو گا ہم دنیا سے جا نہیں سکتے ، اگر واللہ ! ایک گھونٹ پانی بھی باقی ہے نا آپ کے مقدر میں آپ نے نہیں پیا آپ مر نہیں سکتے موت نہیں آئے گی لیکن جب رزق کامل ہو جاتا ہے نا پھر انسان دنیا سے چلا جاتا ہے لیکن جب آپ کوئی کام اللہ کے لیے کرتے ہیں تو اس میں ایک تو اچھی نیت کا الگ ثواب ہے ، اخلاص کا آپ نے جس کی بنیاد پر کام کیا ہے اُس کا الگ ثواب ہے اور پھر اس کام میں جو برکت آپ کو دنیا میں نظر آئے گی اس میں خیر اور برکت اس کے ساتھ جو آپ کی حلال کمائی ہو گی پھر اس کا آپ کی زندگی میں جو اثر ہے جہاں تک آپ کی یہ کمائی جائے گی اُس سب میں دیکھیں آپ اُجر و ثواب الگ ہے اُس میں برکت الگ ہے اُس میں خیر جو جڑا ہوا ہے وہ سب آپ کو ان شاءاللہ بہترین طریقے سے ملے گا۔

کام کیا کیا ہے آپ نے ؟ خلوص نیت کے ساتھ کام کیا ہے تو نیت کو ہمیشہ درست رکھنا ہے۔

یہ تو تھے یتیم جو ہیں اور حسن سلوک یتیموں کے ساتھ کیسے کی جاتی ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں : ’’يكون بحسب الحال‘‘ (اُس کے حال کے مطابق)۔

یعنی بعض یتیم امیر ہوتے ہیں اُن کو پیسوں کی ضروت نہیں ہوتی اُن کے اپنے پیسے بہت ہوتے ہیں لیکن شفقت کی سب کو ضرورت ہوتی ہے، محبت کی سب کو ضرورت ہوتی ہے، خیر خواہی کی بھلائی کی، خندہ پیشانی سے بات کرنے کی، اُن کا خاص خیال رکھنے کی مورل سپورٹ (Moral support) جسے کہتے ہیں یہ ساری چیزیں جو ہیں اُن کا دیکھ بھال کرنے کی اُن کو صحیح گارڈین (Guardian) جیسے کہتے ہیں کفالت کرنے کی یہ سب حق یہ سب کو ضرورت ہوتی ہے صرف پیسہ نہیں ہوتا۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یتیم کی کفالت جو ہے اس کو صرف پیسے کی ضرورت ہوتی ہے ہم اس کو خرچ دیتے رہتے ہیں؛ نہیں! یہ اُس کا ایک حصہ ہے صرف؛ تو ''بحسب الحال'' جیسے اُس کو ضرورت ہے کسی چیز کی یا کسی چیز کا محتاج ہے تو اس کے مطابق احسان کیا جاتا ہے۔

''والمساکین'': جمع مسکین کی ہے اور فقراء ہیں اور اس جملے میں جو مسکین کا لفظ ہے یہ فقیر کو بھی شامل ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اللہ تعالیٰ نے کئی آیات کریمہ میں (یعنی قرآن مجید میں) ان کے ساتھ یعنی مسکینوں نے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے اور خاص حقوق فیء کے مال میں بھی بیان کیے ہیں (یعنی جب مال غنیمت ملتا ہے اور اُس مال میں بھی اُن کا حق بیان کیا ہے)۔

ایک تو عام احسان کرتے ہیں زکوۃ کا ہے، یا صدقات یا خیرات آپ کرتے رہتے ہیں اُن میں وہ حقدار ہیں سب سے پہلے حقداروں میں سے، اور پھر جب فیء اور جہاد میں بھی مال غنیمت ملتا ہے تو اس میں بھی اُن کا حق بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔

بلکہ وراثت کے مال کی تقسیم ہی آپ دیکھیں جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں وراثت کے مال کی تقسیم کو بیان کیا ہے تو اُس میں اُن کمزوروں کا بھی ذکر کیا ہے جو محتاج ہیں اور آپ کے قریبی رشتے دار بھی ہیں جبکہ وہ آپ کے وارث نہیں ہیں واجب حق نہیں ہے آپ پر کہ آپ کچھ دیں وراثت کے مال میں سے لیکن کیونکہ وہ محتاج ہیں مسکین ہیں پھر آپ کے رشتے دار بھی ہیں آپ کچھ اُس میں سے اگر حصہ دینا چاہیں تو آپ، یعنی اللہ تعالیٰ نے حرص کیا ہے اجاگر کیا ہے ترغیب دی ہے ان مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی اور مال میں بھی ان کو کچھ حصہ دینے کی۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ وجہ کیا ہے اُن کے ساتھ احسان کیوں کیا جائے (مسکینوں کے ساتھ)؟

یہ جو فقیر ہوتے ہیں مسکین جو ہوتے ہیں اُن کی جو کمزوری ہے اُن کے دلوں کو توڑ دیا ہے (جو مسکنت اور محتاجی ہے اُن کے دلوں کو توڑ کر رکھا ہوا ہے) اور اسلام کی بہت ساری خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ ہم اُن کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں

(مسکینوں کے ساتھ) تاکہ اُن کے دلوں کو جوڑ دیا جائے جو اُن میں کمی کوتاہی ہے وہ ختم ہو جائے اور وہ بھی اپنے آپ کو مضبوط سمجھیں اس مضبوط معاشرے میں۔

دیکھیں یاد رکھیں کہ جو مسلمان معاشرہ ہوتا ہے ہمیشہ مضبوط معاشرہ ہوتا ہے، دین اسلام میں اجتماعیت جو بیان ہوئی ہے آپ سوچ نہیں سکتے یہ کسی اور دین مذہب میں آپ کو ملے گی ہی نہیں، ہمیشہ اجتماعیت:

(۱) دیکھیں فرض نماز باجماعت کیوں مردوں پر فرض ہے؟ یہی اجتماعیت ہے۔

(۲) آپ زکوۃ دیکھیں یعنی دو طرفہ عبادت ہے ایک طرفہ نہیں ہے، امیر ہے تو غریب کو صدقہ دینا ہے مال میں یہ اُس کا حقدار بھی ہے۔

(۳) نماز ہے تو پھر باجماعت ہے امام بھی ہے مقتدی بھی ہے۔

(۴) حج دیکھیں آپ اجتماعی عبادت ہے۔

(۵) روزہ دیکھیں آپ روزہ رکھتے ہیں پھر آپ کو جو ترغیب دی ہے روزے کی کہ آپ نے افطاری کرنی ہے اگر آپ کسی روزے دار کو افطاری کراتے ہیں تو اس کا اُجر بھی آپ کو مل جائے گا۔

(۶) تراویح کی نماز دیکھیں آپ اجتماعیت ہے۔

تو دین اسلام ہمیشہ جو ہے اجتماعیت کا دین ہے یعنی آپ کا جو معاشرہ ہے مسلمان معاشرہ یہ مضبوط ترین معاشرہ ہونا چاہیے۔

اور جیسے ہم احسان کی بات کر رہے ہیں مسکینوں کے ساتھ، فقراء کے ساتھ، یتیموں کے ساتھ اور آگے ابن السبیل بھی آئے گا ایسا مسافر ہے تو مالدار مسافر لیکن سفر میں اس کا خرچ ختم ہو گیا ہے اب وہ گھر کو لوٹنا چاہتا ہے اس کے پاس اتنا خرچ نہیں ہے باقی کہ وہ گھر واپس جا سکے تو وہ زیادہ حق رکھتا ہے اس مسلمان معاشرے میں کہ اس کی مدد کی جائے اعانت کی جائے تاکہ بآسانی اپنے گھر واپس پہنچ سکے اور یہ کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

یعنی دور حاضر میں تو آپ کو پتہ ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کی ضرورت کسی زمانے میں ہوا کرتی تھی جو لمبے سفر وہ کرتے تھے اونٹوں پر سفر ہوتے تھے اور پھر کچھ چوری بھی ہو جاتی تھی کسی کی یا کوئی مال لوٹا جا سکتا تھا یا اس کا مال گم ہو گیا کسی طریقے سے تو وہ تو محتاج ہو سکتا ہے لیکن دور حاضر میں کیا ہے ٹیلیفون کرے گا کریڈٹ کارڈز ہوتے ہیں یہ ہوتے ہیں وہ ہوتے ہیں؟!

میرے بھائی! یہ وقت کسی پر بھی آسکتا ہے آپ یہ نہ سمجھیں کہ کریڈٹ کارڈ آپ کے کام آئیں گے یا یہ چیز آپ کے کام آئے گی کیونکہ دین اسلام کے جو احکام ہیں تا قیامت رہنے والے ہیں۔

الغرض: مسلمان معاشرہ اصل پیغام یہ ہے کہ مضبوط ترین معاشرہ ہوتا ہے اور اُس کی مضبوطی اِس کے ایمان کے ساتھ جڑی ہوئی ہے یاد رکھیں، ہماری پہچان ایمان ہے ایمان مضبوط ہے تو ہم مضبوط ہیں، ایمان کمزور ہے تو پورا معاشرہ کمزور ہے، ان میں سے یہ چند چیزیں جو ہیں جنہیں ایمان کے ساتھ جوڑ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن میں سے یہ احسان ہے اِن لوگوں کے ساتھ جن کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں اور معاشرے کے جو کمزور ترین لوگ ہیں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔

اور مسکینوں کے ساتھ جو احسان ہے کیسے کیا جاتا ہے؟ ''بحسب الحال''۔

کیسے؟ اگر محتاج ہے کھانے کا تو کھانا کھلانے سے اس کے ساتھ احسان ہے، اگر محتاج ہے کپڑے کا تو کپڑا پہنانے سے اس کے ساتھ احسان ہے، اگر مثال کے طور پر وہ محتاج ہے پیسوں کا تو پیسہ دینے سے احسان ہے، محتاج ہے آپ کی مورل سپورٹ (Moral support) کا تو مورل سپورٹ (Moral support) سے جو ہے نا اس کے ساتھ بھلائی اور احسان ہے، اور اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ کوئی اس کی طرف خاص یعنی متوجہ ہو اور وہ توجہ نہیں دیتا اس کا خاص کوئی اعتبار نہیں کرتا خاص توجہ دے کر خاص اعتبار کر کے اس کے ساتھ احسان ہے (اگر کسی جگہ پر جائے تو اچھے ویلکم (Welcome) سے)۔

بعض لوگوں کو دیکھیں بعض لوگ معاشرے میں یہ بھی ہمارا ایک مسئلہ ہے کہ آپ بعض لوگوں کو اچھا ملتے ہیں بعض لوگوں کو آپ اچھا نہیں ملتے تو بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی نقص ہے میرے اندر کیا؟! آپ فلاں کو تو اچھا ملے مجھے کوئی اچھا نہیں مل رہا تو اندر ایک کسر سی محسوس ہوتی ہے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟! اس کو دور کرنے کے لیے اس شخص کے ساتھ احسان کیا ہے؟ کہ آپ اس کو وہ دو جو وہ چاہتا ہے۔

وہ کیا چاہتا ہے؟ کہ میرا خاص اعتبار کیا جائے اور مجھے بھی ویسے ویلکم (Welcome) کیا جائے جیسے دوسروں کو ویلکم (Welcome) کیا جاتا ہے۔

تو اس کے ساتھ حسن سلوکی کیسے کی جائے گی؟ اس اعتبار سے، تو حسن سلوکی کے اپنے اپنے اعتبارات ہوتے ہیں۔

اور بعض لوگ جو ہیں یعنی ان کو ہمیشہ پیچھے رکھا جاتا ہے یا ان کا کوئی خاص اعتبار نہیں ہوتا تو آگے بٹھانے سے اپنے ساتھ بٹھانے سے بعض اوقات اُن کے ساتھ حسن سلوک کا ایک پہلو ہوتا ہے۔

اس لیے شخص صاحب فرماتے ہیں: تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ جو کمزوری ان کے مقدر میں لکھی ہے مسکین کے یا ان فقراء کے یا یتیموں کے اس کو دور کرنے کے لیے ہمیں حکم دیا کہ ہم اُن کے ساتھ احسان کریں۔

پھر "وابن السبيل" جو مسافر ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ وہ مسافر ہے جو سفر پر تو نکلا ہے لیکن وہ منقطع ہو گیا ہے، نہیں بھی منقطع اگر ہوا تو وہ ضرورت مند ہوتا ہے اس کو بہت ساری چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے محتاج ہوتا ہے کیونکہ مسافر ہے اور اجنبی ہے اور وحشت میں ہوتا ہے۔

جو زکوۃ کے حقدار ہیں یہ وہ ہیں جو منقطع ہیں، وہ مسافر ہے جس کے پاس کچھ ہے نہیں وہ تو زکوۃ کا مستحق ہے ان آٹھوں میں سے جو زکوۃ کے مستحق ہیں ان میں سے ابن السبیل بھی ہے لیکن حسن سلوک کے لیے صرف یہ نہیں کہ جو محتاج ہو جائے پیسوں کا جو زکوۃ کا مستحق ہو اس کے ساتھ ہمیں حسن سلوک کرنی ہے چاہے منقطع ہو یا منقطع نہ ہو شیخ صاحب فرماتے ہیں چاہے پیسے والا بھی ہو کیونکہ وہ اجنبی ہے وحشت میں ہے نئے لوگ ہیں نئی جگہ ہے اس کے لیے اب اس کو نئے ساتھیوں کی ضرورت ہے۔

یعنی آپ جاتے ہیں کام کے لیے آپ کا ٹرانسفر ہو جاتا ہے ایک نئی جگہ پر جاتے ہیں، اپنے گھر میں تو اپنے معاشرے میں اپنے محلے میں تو آپ سب جانتے ہیں آپ یعنی اُنسیت محسوس کرتے ہیں وحشت محسوس نہیں کرتے آپ مانوس رہتے ہیں ہر چیز سے۔

روڈ پر چلتے ہوئے کسی بقالے پر جانا ہے کسی گراسری شاپ (Grocery shop) پر جانا تو آپ یعنی کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے لیکن ایک نئی جگہ پر جائیں تو شروع میں انسان وحشت میں ہوتا ہے کہ بھئی کوئی نہ جان ہے نہ پہچان ہے اب تو سلام بھی مشکل سے کوئی کرتا ہے نا! یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ سلام صرف اس کو ہو گا جس کو آپ پہچانتے ہوں گے لوگ صرف اس کو سلام کریں گے جبکہ سلام تو ہر مسلمان کا حق ہے۔

الغرض؛ تو ایسے معاملے میں شیخ صاحب فرماتے ہیں: چاہے منقطع ہو غیر منقطع ہو سب کے ساتھ آپ نے بھلائی کرنی ہے اور احسان کرنا ہے، جب آپ اس کے ساتھ احسان سے اور اس کی عزت اور تکریم کرتے ہیں تو اس کے لیے یعنی ان سب کے لیے بہت اچھا ہوتا ہے وہ بھی اچھا محسوس کرتا ہے اور اسی کا شریعت نے حکم دیا ہے۔

اور اگر ابن السبیل (مسافر جو ہے) آپ کے پاس مہمان کے طور پر ٹھہر جائے تو آپ نے اس کے ساتھ اچھی مہمان نوازی بھی کرنی ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ایسے مسافر کی جو ضیافت ہے اور مہمان نوازی واجب نہیں ہے، صرف گاؤں میں واجب ہے اس کے علاوہ شہروں میں نہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ فرماتے ہیں: میں یہ سمجھتا ہوں اور یہ کہتا ہوں بلکہ واجب ہے چاہے شہر ہو یا گاؤں ہو ہر اعتبار سے اِلّا یہ کہ اس میں کوئی اور وجہ ہو، یعنی گھر چھوٹا ہے یا جگہ نہیں ہے یا کوئی اور وجہ ہو جو اس کی مہمان نوازی سے اسے روکتی ہو لیکن ہر اعتبار سے اگر آپ یعنی اس کی مہمان نوازی نہ کر سکیں تو کوئی اچھے طریقے سے آپ عذر پیش کر کے یعنی اس کی مہمان نوازی کو ردّ کر سکتے ہیں۔

شیخ صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص مسافر ہے اور وہ آیا ہے نئی جگہ پر سب کچھ اس کے لیے نیا ہے اور آپ کے پاس مہمان آیا ہے کیا اس کی مہمان نوازی واجب ہے کہ نہیں؟ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے، علماء کا ایک قول یہ ہے کہ اگر شہر میں ہے تو واجب نہیں ہے گاؤں میں ہے تو واجب ہے کیونکہ شہر میں اس کو ہوٹل مل جائے گا گاؤں میں یہ چیزیں مشکل ہوتی ہیں ہوٹل ملنا، رہنا، تو اس لیے گاؤں میں تو واجب ہے لیکن شہر میں واجب نہیں ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں قول راجح یہی ہے، شیخ صاحب سمجھتے ہیں اُن کے نزدیک کہ ہر اعتبار سے واجب ہے اِلّا یہ کہ کوئی وجہ جو اس کی مہمان نوازی سے آپ کو روکتی ہو۔

یعنی مثال کے طور پر آپ کے پاس دو ہی کمرے ہیں (یا ایک ہی کمرہ ہے) ایک آپ کا ایک بچوں کا وہ کہاں رہے گا؟

یا کمرہ ہی صرف ایک ہے یا جگہ بہت تنگ ہے یا اس کے اندر کوئی ایسی وجہ ہے جس کو آپ یعنی سمجھتے ہیں کہ یہ بندہ جو ہے اہل الصلاح میں سے نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ یہ بندہ میرے گھر میں رہے گا تو کوئی مسئلہ کرے گا، یعنی کوئی اور ایسی وجہ ہے جس میں کوئی ممانعت ہو جائے اس کی مہمان نوازی کی تب تو ہے۔

اور ویسے بھی دور حاضر میں جب یعنی اتنی مصیبتیں معاشرے میں ہوں تو نئے لوگوں سے ویسے احتیاط کرنی چاہیے، آپ یہ کام کر سکتے ہیں اگر کوئی شخص اس طریقے سے آئے اور آپ کی مہمان نوازی میں آنا چاہتا ہے آپ کا مہمان بن کر آتا ہے اگر اپنے گھر میں اسے رکھنے کے لیے آپ کے پاس یعنی گنجائش ہے تو ٹھیک ہے نہیں تو آپ ایک کام کر سکتے ہیں کسی ہوٹل میں یا کمرے میں یا ایک سرائے محل ہوتے تھے کسی زمانے میں ابھی تو میرا خیال ہے کہ انڈیا پاکستان میں ہوں گے شاید جہاں آپ آسانی سے ایک

رات گزار سکتے ہیں یا دوراتیں گزار سکتے ہیں لیکن دن میں تو آپ اگر کام پر جاتے ہیں تو سونے کے لیے خاص جگہ ہوتی تھی جس میں چھوٹے کمرے ہوتے تھے ایک اس میں بستر یا بیڈ ہوتا تھا اور بہت سستے بھی ہوتے تھے اس زمانے میں اب مجھے پتہ نہیں ہے شاید ہے کہ نہیں واللہ أعلم کیونکہ پرانی بات کر رہا ہوں میں۔

الغرض؛ کسی طریقے سے اگر آپ مہمان نوازی کرنا چاہتے ہیں تو آپ کر سکتے ہیں اس طریقے سے، گھر میں ممکن ہے تو وہ ٹھیک ہے نہیں تو آپ کسی طریقے سے بھی کر سکتے ہیں، اگر آپ کے پاس پیسے بھی ہوں یہ بھی نہیں کر سکتے پھر آپ کے اوپر سے یہ واجب ساقط ہو جاتا ہے۔

یہاں تک کافی ہے اگلے درس میں ان شاءاللہ "والرفق بالمملوك" معاشرے میں ایک اور چیز رہ گئی ہے وہ ہے غلاموں کے ساتھ کیسا سلوک رکھنا ہے (سبحان اللہ)۔

اب غلام کے بھی حقوق ہوتے ہیں، اگر کسی کا کوئی غلام ہے مملوک ہے تو اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اگلے درس میں ان شاءاللہ اس پر بات کریں گے (واللہ أعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (117.العقیدۃ الواسطیة) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio